﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

﴿وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾

نبی کریم ﷺ کی افضلیت وسیادت ، آپ ﷺ کے والدینِ کریمین کے ایماندار ہونے ، شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر اور صیانت وتحفظ مقابر المسلمین پر مشتمل نادر تحقیق

تکریمِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف لطیف

محقق اہلسنت حضرت استاذ العلماء

علامہ مولانا عبدالرزاق چشتی بھترالوی مدظلہ العالی

شعبہ نشرواشاعت

جامعہ جماعتیہ مہر العلوم

شکریال راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ﴾

تکریم والدین مصطفیٰ ﷺ

مصنف

استاذ العلماء حضرت مولانا

حافظ عبد الرزاق بھترالوی

مدظلہ العالی

ناشر

جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی

نام کتاب	تکریم والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف	علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی
کمپوزنگ	ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر راولپنڈی
کمپوزر	محمد شاہد خاقان ہزاروی، محمد یعقوب
پروف ریڈنگ	محمد اعجاز شاہد
تاریخ اشاعت	اپریل ۱۹۹۹ء
تعداد	ایک ہزار
ضخامت	۵۶ صفحات
ناشر	جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی
ہدیہ	

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
- ☆ احمد بک کارپوریشن اردو بازار راولپنڈی
- ☆ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور
- ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ جامعہ مسجد غوثیہ ایف سکس ون اسلام آباد
- ☆ مکتبہ برکاتیہ چشتیہ داتا گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

فہرست مضامین

وجہ تالیف

عزیزم مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے ایک استفتاء مجھے دیا، وہ استفتاء در حقیقت سید محمد اخلاق صاحب بمعرفت طارق اکرام صاحب کراچی کا تھا۔

اس استفتاء میں مندرجہ ذیل امور پر اظہار خیال کے لئے کہا گیا:

(۱) ہر مسلمان کو حضور ﷺ کے والدین کریمین کے صاحب ایمان ہونے کے بارے میں پختہ یقین ہونا چاہیئے۔

(۲) حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی پامالی اور بے حرمتی اور نامعلوم جگہ پر بے دردی سے تبدیلی کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ اور یہ کسی طور جائز نہیں۔

(۳) اس گستاخانہ فعل کے مرتکب کسی طرح دوستی کے لائق نہیں۔

(۴) نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مزار مبارک کو بے حرمتی سے شہید کرنے والے کہیں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مطہرہ کو شہید نہ کردیں۔

انہی امور پر اظہار خیال کے لئے اور جلد جواب ترتیب دینے کیلئے جناب رئیس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ مدظلہ العالی ناظم اعلی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے بھی حکم فرمایا۔ میں نے جلدی سے اس پر اظہار خیال کردیا، لیکن جوش میں آنے کی بجائے

ہوش سے کام لیا۔ خبر میں کہاں تک صداقت ہے ؟ مجھے کچھ علم نہیں۔ اس لئے میں نے نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان اور مسلمانوں کی قبور کو مسمار کرنے اور بالخصوص صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مزارات کو مسمار کرنے پر رنج و غم کا اظہار کیا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کردیا کہ اگر یہ خبر سچی ہے تو یقیناً باعث اضطراب و قلق ہے۔

میرے اس مضمون کو عزیزم مولانا محمد اسحاق ظفر صاحب نے جلدی سے کمپوز کروادیا، لیکن میں نے نظر ثانی کا عندیہ دیا اور اسی پر چند چیزوں کا اضافہ کردیا تاکہ طلبہ کرام اور عوام الناس کیلئے یکساں طور پر مفید ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو قبول فرمائے اور قارئین کرام کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

عبدالرزاق بھترالوی، حطاروی

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

☆☆☆☆☆

﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾

الحمد لله الرزاق الماجد الباسط الواسع القادر . والصلوة على النبى الذى انتقل من الطاهر إلى الطاهر ، وعلى آله واصحابه الذين اطاعوه فى الباطن والظاهر .اما بعد !

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

﴿ بسم الله الرحمن الرحيم﴾

﴿ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض ، منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات ' ﴾

(پ ٣ . ع ١)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان مین سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا، اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

(كنز الايمان فى ترجمة القرآن . از امام احمد رضا خان محدث بریلوی)

اجمعت الامة على ان بعض الانبياء افضل من بعض وعلى ان محمدا ﷺ افضل من الكل .

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ٢٠٨ زیر آیت مذکورہ)

اجماع امت اس پر ہے کہ بعض انبیاء کرام بعض پر افضل ہیں اور اس پر بھی اجماع امت ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہمارے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

علامہ رازیؒ نے نبی کریم ﷺ کی افضلیت پر انیس دلائل قائم کئے۔ راقم نے اس پر ایک کا اضافہ کر کے اپنی کتاب "تذکرة الانبیاء" میں مکمل بیس دلائل نقل کئے ہیں۔ یہاں تبرکاً صرف ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

قال الله تعالى :﴿ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ﴾ فلما كان

رحمة لكل العالمين لزم أن يكون افضل من كل العالمين .

(تفسير كبير جلد ٦ ص ٢٠٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی جب یہ ہے (ترجمہ) "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے" جب آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تو یقیناً آپ تمام جہان والوں پر افضل بھی ہیں۔ "عالمین" میں تمام انبیاء کرام بھی داخل ہیں۔ تو آپ ﷺ کا تمام انبیائے کرام پر افضل ہونا بھی یقینی ہے۔

افضل الانبیاء بزبان افضل الانبیاء :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ...... انا اكرم الاولين والآخرين على الله ولا فخر ...... "جزء الحديث"

(ترمذی ، دارمی ، مشكوٰة ، باب فضائل سيد المرسلين ص ٥١٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اوّلین و آخرین سے زیادہ مکرم ہوں۔

یہ یقینی امر ہے جو سب سے زیادہ رب تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہوگا وہ سب سے زیادہ افضل بھی ہوگا۔

"عن جابر رضی اللہ عنہ أن النبي ﷺ قال انا قائد المرسلين ولا فخر"

(دارمی ، مشكوة باب فضائل سيد المرسلين ص ٥١٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمام رسولوں کا قائد ہوں گا، مجھے اس پر کوئی فخر نہیں" یعنی آخرت میں، میں سب سے مقدم ہوں گا۔

آپ ﷺ کا تمام انبیائے کرام پر مقدم ہونا اور تمام کا قائد ہونا آپ ﷺ کی افضیلت پر واضح طور پر دلالت کر رہا ہے۔ اس سے آپ ﷺ کا افضل الانبیاء

ہونا روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا۔

" عن ابی بن کعب عن النبی ﷺ قال اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر "

(ترمذی، مشکوٰۃ ص ٥١٤)

حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں قیامت کے دن انبیائے کرام کا امام ہوں گا۔ میں ان کا خطیب ہوں گا، میں ان کا شفیع ہوں گا۔ مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

"امام ہونا اور قائد ہونا" دونوں کا ایک ہی مقصد ہے، خطیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں اس وقت رب کے حضور کلام کروں گا۔ جب تمام انبیائے کرام خاموش ہوں گے۔ اور میں "مقامِ محمود" میں سب کی شفاعت کروں گا۔

(مرقاۃ المفاتیح)

سبحان اللہ! میرے پیارے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام جب امام الانبیاء ہیں اور شفیع الانبیاء ہیں تو افضل الانبیاء کیوں نہ ہوں؟

" عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة "

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے تمام انسانوں پر سیادت حاصل ہو گی۔

" السید " قال الھروی ھو الذی یفوق قومه فی الخیر "

(نووی شرح مسلم)

علامہ ہرویؒ نے فرمایا: "سید" وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم پر بہتر ہونے میں فوقیت رکھتا ہو۔

جب میرے حبیب پاک ﷺ تمام انسانوں کے سردار ہیں تو یقیناً تمام

سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ یہی معنی ہے افضل ہونے کا۔
علامہ نوویؒ مزید تفصیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" وقال غيره هو الذى يفزع اليه فى النوائب والشدائد فيقوم بامرهم ويتحمل عنهم مكارههم و يدفعها عنهم "

(نووی شرح مسلم)

علامہ ہروی کے علاوہ دوسرے اہل علم نے "سید" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ: "سید" وہ ہوتا ہے جس کی طرف لوگ مصائب و آلام میں رجوع کریں اور وہ ان کے مصائب کو دور کرے۔

اس سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ تمام لوگوں کے حاجت روا ہیں۔ جن میں انبیاء کرام علیهم الصلوة والتسليم بھی شامل ہیں۔ یقیناً وہ ذات جو دوسرے حضرات کی حاجت روا ہے وہ اُن سے افضل ہے۔ اس طرح افضل الانبیاء ہونا واضح ہوا۔

تنبيه:

" قوله ﷺ يوم القيامة مع أنه سيدهم فى الدنيا والآخرة فسبب التقييد أن فى يوم القيامة يظهر سودده لكل احد ولا يبقى منازع ولا معاند "

(نووی)

نبی کریم ﷺ نے اپنی سیادت قیامت کے دن ہونے کا ذکر فرمایا، حالانکہ آپ دنیا میں بھی تمام کے سردار ہیں اور آخرت میں بھی تمام کے سردار ہوں گے۔ قیامت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کی سیادت ہر ایک پر ظاہر ہوگی۔ اس دن کوئی جھگڑا کرنے والا، اور کوئی عناد رکھنے والا نہیں ہوگا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ایسے ہی ہے جس طرح رب ذوالجلال کا ارشاد گرامی : لمن الملک الیوم ؟ آج کس کی بادشاہی ہے ؟ یہ بھی قیامت کے دن ہی ذکر ہو گا، حالانکہ دنیا میں بھی رب ذوالجلال ہی کی بادشاہی ہے۔ لیکن دنیا میں مختلف خطوں کے مختلف بادشاہ کہلانے والے بھی قیامت کے دن صرف رب تعالیٰ ہی کی باوشاہی کو مانیں گے، ایسے ہی دنیا میں نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ کے منکرین بھی قیامت کے دن آپ ﷺ کا وسیلہ ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ آپ کو حاجت روا ماننے کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہو گا۔

قول صحابی :

" عن ابن عباسؓ قال إن اللہ تعالیٰ فضل محمدا ﷺ علی الانبیاء وعلیٰ اھل السماء "

(مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۵)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا : بے شک اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو تمام انبیائے کرام پر اور تمام آسمانوں والوں پر فضیلت دی ہے۔

یہاں تک بیان کردہ مختصر مضمون سے واضح ہوا کہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو " افضل الانبیاء " کہا ؛ کیونکہ مفسرین کرام کا اس پر اجماع ہے کہ " ورفع بعضھم درجٰت " سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہی ہیں ۔ اور نبی کریم ﷺ کے اپنے ارشادات گرامی سے بھی واضح ہوا کہ :

"آپ افضل الانبیاء ، سید الانبیاء ، امام الانبیاء اور اکرم الانبیاء ہیں"

اور حضرت ابن عباسؓ کے قول سے بھی پتہ چلا کہ آپ تمام آسمان والوں اور تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

مقام یوسف علیہ السلام بزبان سید الانبیاء :

" عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام "

(بخاری شریف ، مشکوۃ شریف باب المفاخرۃ والعصبیۃ ص ٤١٧)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو خاندانی منصب کی وجہ سے ہی یہ کمال حاصل ہوا۔ کہ آپ صاحب ایمان اور نبی، آپ کے والد گرامی صاحب ایمان اور نبی، اور آپ کے دادا صاحب ایمان اور نبی ، اور آپ کے پردادا صاحب ایمان اور نبی ہیں۔ لہذا آپؑ کو کریم ابن کریم ابن کریم ہونے کا شرف حاصل ہے۔

خاندانی عیب (گھٹیا کفو)

" واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفء لمن ابوھا مسلم او حر او معتق "

(درمختار باب الکفاءۃ)

عجم میں کفو کا اعتبار حریت اور اسلام میں بھی ہے۔ جو شخص خود تو مسلمان ہے یا آزاد ہے وہ اس شخص کا کفو نہیں بن سکتا جس کا باپ بھی مسلمان

ہے یا آزاد ہے۔ خواہ وہ آزاد ہی آرہا ہے، یا آزاد کیا گیا ہو۔

خیال رہے : اگر چہ عرب میں اسلام کا لحاظ کفو میں نہیں لیکن عجم میں ہے۔ جب نبی کریم ﷺ تمام عرب و عجم کے نبی ہیں تو یقیناً آپ کی شان کو اس طرح ماننا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کو نہ عرب گھٹیا کہہ سکیں اور نہ عجم ۔

اہل محبت کے لئے تو اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ :

''نبی کریم ﷺ افضل الانبیاء ہیں، اور یوسف علیہ السلام کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم ہیں۔ اور عجم کے نزدیک وہ شخص جس کا باپ کافر ہو وہ گھٹیا خاندان کا مالک ہے''

اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے باپ...... **معاذ اللہ**...... کافر تھے تو آپ ﷺ کا یوسف علیہ السلام سے گھٹیا ہونا عجم کے نزدیک لازم آئے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کی عیب جوئی کر سکے۔ آپ کو تمام عیوب سے پاک پیدا کیا گیا۔

خلقت مبرأ من کل عیب ☆ کانك قد خلقت کما تشاء

اگر چہ نہ ماننے والے کیلئے دلائل کے انبار بھی ناکافی ہیں، تاہم پھر بھی اپنی طرف سے کچھ دلائل پیش کرنے اس لئے ضروری ہیں کہ کم از کم سیدھے سادے، بھولے بھالے مسلمانوں کو منافقانہ چالبازیوں کے ساتھ راہِ حق سے بھٹکایا نہ جا سکے۔

☆☆☆☆☆

ایمانِ والدینِ کریمین کیمتعلق مسالك

اہل علم کا پہلا مسلک :

ایک مسلک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین زمانہ فترت میں تھے۔ اس وقت "بت پرست نہ ہونا، مشرک نہ ہونا" ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ وہ بت پرست نہ تھے لہذا جنتی ہیں۔

المسلك الاول : انهما ماتا قبل البعثة ولا تعذيب قبلها لقوله تعالیٰ " وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً "

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین آپ کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے اور " زمانہ فترت " میں فوت ہونے والوں کو عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : (ترجمہ) اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں ۔

علمائے علم کلام وعلمِ اصول میں سے اشاعرہ اور فقہائے کرام میں سے شوافع کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ " جسے دعوتِ اسلام نہ ملے وہ فوت ہو جائے تو وہ نجات پائے گا۔ اور دعوتِ اسلام سے پہلے کسی کو قتل کرنا باعثِ لزومِ دیت و کفارہ ہے "۔

شیخ الاسلام شریف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے نبی کریم ﷺ کے والد مکرم کے متعلق سوال کیا ۔ کیا وہ آگ میں جائیں گے ؟ تو آپ نے سائل پر شدید غصہ کا اظہار کیا۔ سائل نے کہا کیا ان کا اسلام ثابت ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا !

" انه مات فی الفترة ولا تعذیب قبل البعثة "

بے شک وہ زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور بعثت سے پہلے فوت ہونے والوں کو عذاب نہیں ہوگا۔

دوسرا مسلک :

آپ ﷺ کے والدین کریمین مومن تھے۔ کفر و شرک سے پاک تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والے تھے۔ اور دین ابراہیمی پر قائم تھے ، اگرچہ تفصیلی طور پر شریعت مصطفیٰ ﷺ کا نزول بعد میں ہوا لیکن اس کے اصول بھی دین ابراہیمی پر قائم ہیں، لہذا دین ابراہیمی پر قائم رہنے کی وجہ سے وہ جنتی ہیں۔ راقم کا بھی یہی مسلک ہے۔

تیسرا مسلک :

نبی کریم ﷺ نے اپنے والدین کو زندہ کر کے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔

چوتھا مسلک :

نبی کریم ﷺ کے والدین ......العیاذ باللہ...... کافر و مشرک تھے۔

اس آخری مسلک والے کچھ احادیث کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی کا شکار ہوئے، جن کی تفصیل ان شاء اللہ بعد میں ذکر کی جائے گی۔

مسلک اول کے شواہد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ انجیل میں

بھی تحریف کردی گئی۔ اس وقت سے لیکر نبی کریم ﷺ کی بعثت تک کوئی اور شریعت نہیں آئی۔ اس دوران صرف بت پرستی سے دور رہنا ہی نجات کیلئے کافی تھا۔ یہ درمیانی زمانہ "فترۃ" کا زمانہ کہلاتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی مضمون دوسری آیات کریمہ سے بھی ثابت ہے۔

☆ ﴿ ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون ﴾

(انعام آیت ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا، کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

☆ ﴿ ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم فيقولوا :
ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آياتك ونكون من المؤمنين ﴾ ؟

(القصص آیت ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے: اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

☆ ﴿ ولو انا اهلكناهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آيات من قبل ان نذل ونخزى ﴾

(طٰہٰ، آیت ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کردیتے رسول کے آنے سے پہلے، تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتون پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رُسوا ہوئے۔

☆ ﴿ وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى امها رسولا يتلو عليهم آياتنا ﴾

ترجمہ: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے، جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

(القصص آیت ۵۹)

☆ "وھذا کتاب انزلناہ مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ، ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغافلین".

(انعام آیت ۱۵۵ ، ۱۵۶)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو۔ اور پرہیز گاری کرو کہ تم پر رحم ہو، کبھی کہو (یعنی تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو) کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں اس کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

☆ ﴿ وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکریٰ وما کنا ظالمین ﴾

(الشعراء آیت ۲۰۸ / ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں، نصیحت کیلئے۔ اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

☆ ﴿ وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل او لم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر ﴾

(فاطر، آیت ۳۷)

وہ اس (جہنم کی آگ) میں چلاتے ہوں گے: اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں، اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے۔ (جواب دیا جائے گا) اور کہا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جس نے سمجھنا ہوتا۔ اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب چکھو (جہنم کی

آگ کا مزہ) کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

انبیائے کرام کی بعثت اور دعوت اسلام کے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیا جائے گا، اسی مضمون پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سات احادیث پیش کی ہیں ان میں ایک یہ ہے !

☆ " اخرج عبد الرزاق وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابی هريرة قال اذا كان يوم القيامة جمع الله اهل الفترة والمعتوه والاصم والابكم والشيوخ الذين لم يدركوا الاسلام ثم ارسل اليهم رسولا ان ادخلوا النار فيقولون كيف لم تأتنا رسل قال وايم الله لو دخلوها وكانت عليهم بردا وسلاما ثم يرسل اليهم فيطيعه من كان يريد ان يطيعه قال ابوهريرة اقرأوا ان شئتم " وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا " اسناده صحيح على شرط الشيخين ومثله لا يقال من قبل الرأى فله حكم الرفع "

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۰۴)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اصحاب فترت، نیم پاگل، گونگے، بہرے اور بوڑھے جنہوں نے اسلام کو نہیں پایا ان لوگوں کے پاس فرشتوں کو بھیجے گا کہ ان کو آگ میں داخل کر دیا جائے ۔ تو وہ کہیں گے۔ اے اللہ تعالیٰ کیسے ہمیں آگ میں بھیجا جارہا ہے۔ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تھا ۔ راوی کہتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر ان کو آگ میں بھیج دیا جاتا تو ان پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی میں ہو جاتی۔ تو اس وقت ان کے پاس رسول کو بھیجا جائے گا۔ جن کی قسمت میں ہو گا وہ ایمان لے آئیں گے۔ حضرت ابو ہریرۃ نے اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو" وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا "کی آیت پڑھو ۔

یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیجیں۔

علامہ سیوطیؒ سند پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اور یہ حدیث رائے کے مطابق بھی نہیں اس لئے یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۰۵)

"وقال الامام فخر الدين الرازى فى المحصول شكر المنعم لا يجب عقلا خلافا للمعتزلة".

علامہ فخر الدین رازی رحمة الله تعالىٰ عليه نے اپنی کتاب محصول میں ذکر کیا "منعمِ ذات" یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ان گنت انعام ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا عقلاً لازم نہیں (بلکہ بعثت رسول ضروری ہے) قاضی تاج الدین سبکی رحمة الله عليه نے شرح مختصر ابن الحاجب میں مسئلہء شکرِ منعم کے ضمن میں کہا کہ اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے!

"من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجيا ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب القصاص على قاتله على الصحيح".

جس کے پاس دعوت اسلام نہ پہنچے اس کی موت حالت نجات پر ہو گی۔ اسے اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک اسے دعوت اسلام نہ پہنچے۔ اگر کسی نے قتل کر دیا تو اس پر دیت و کفارہ کی ذمہ داری لازم ہو گی۔ اگرچہ قصاص لازم نہیں ہو گا۔

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۰۶)

تنبیه

" هذا الحكم خاص بمن لم تبلغه دعوة نبى اصلا . اما من بلغه منهم دعوة احد من الانبياء السابقين ثم اصر على كفره فهو فى النار قطعه، وهذا لانزاع فيه".

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۰۶)

یہ حکم ان لوگوں کے لئے خاص ہے جن کے پاس کسی نبی کی طرف سے کوئی دعوت اسلام نہ پہنچی ہو، لیکن وہ لوگ جن کے پاس دعوت اسلام پہنچی اور انہوں نے اسے نہ قبول کیا بلکہ وہ کفر پر ہی قائم رہے وہ جہنمی ہوں گے اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو نہ تو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت پہنچی اور نہ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت پہنچی؛ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان تقریباً چھ سو سال کا زمانہ پایا گیا، اس وقت روئے زمین پر مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ صرف چند لوگ اہل کتاب کے اہل علم ملکِ شام میں تھے۔ ان کو بھی حضور ﷺ کے والدین کریمین نہ پا سکے؛ کیونکہ حضرت عبد اللہؓ جوانی میں ہی تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

اور انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا زمانہ بعثت بھی نہ پایا؛ کیونکہ حضرت عبد اللہؓ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کی چھ سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۰۷)

اہل علم کا دوسرا مسلک

نبی کریم ﷺ کے والدین سے شرک ثابت نہیں بلکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر قائم تھے۔ جس طرح عرب کے کئی اور لوگ بھی دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ جیسے زید بن عمرو بن نفیل ، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک پر بہت سے اہل علم ہیں۔ جن میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں بیان کیا ہے ۔

" ان آزر لم یکن والد ابراهیم بل کان عمه " .

بے شک " آزر " حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا ۔

اس پر اہل علم کے بہت دلائل ہیں

" ان آباء الانبیاء ماکانوا کفارا " .

بیشک انبیاء کرام میں سے کسی نبی کے آباء کافر نہیں تھے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی !

" الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین " .

(سورہ شعراء ۲۱۸، ۲۱۹)

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور دورے کرتے ہوئے سجدہ کرنے والوں میں ۔

" قیل معناه انه کان ینتقل نوره من ساجد الی ساجد وبهذا التقدیر فالآیة دالة علی ان جمیع آباء محمد ﷺ کانوا مسلمین وحینئذ یجب القطع

بأن والد ابراهيم ما كان من الكافرين انما ذاك عمه" .

آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ کا نور سجدہ کرنے والوں سے سجدہ کرنے والوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ لہٰذا آیت کریمہ اس پر دلالت کر رہی ہے۔ کہ نبی کریم کے آباء واجداد میں کوئی بھی کافر نہ تھا۔ یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کافر نہ تھے، اور آزر آپ کا چچا تھا، باپ نہ تھا۔

(الحاوی للفتاوی ج٢ ، ص ٢٠٢ تا ٢١٠)

نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد کے مشرک نہ ہونے پر خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی !

" ولم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات وقال تعالى: ﴿ انما المشركون نجس ﴾ فوجب ان لا يكون احد من اجداده مشركا"

حضور ﷺ نے فرمایا میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا، مشرک کبھی پاک نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ ان کو خود رب تعالیٰ نے نجس (ناپاک) کہا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو۔ ورنہ حضور کا اپنا ارشاد گرامی ہی غلط ثابت ہوگا۔

(از الحاوی للفتاوی ج٢ ، ص ٢١٠)

اعتراض :-

حدیث شریف میں طاہر نسلوں سے منتقل ہونے کا مطلب تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے آباء واجداد بدکاری سے پاک ہوں، اس سے شرک سے پاک ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

جواب !

"وتخصيص الطهارة بالطهارة من السفاح لا دليل له يعول عليه ، والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب " .

(روح المعانی زیر آیت واذ قال ابراهیم لابیه آزر الخ پ ۷)

حدیث شریف میں مذکورہ طہارت کو صرف بدکاری سے طاہر ہونے کے ساتھ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی جس پر اعتبار کیا جا سکے ،اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے۔ خصوص اسباب کا نہیں ۔

"آزر" حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا !

" ان آزر اسم لعم ابراهيم عليه السلام وجاء اطلاق الاب على العم في " قوله تعالىٰ : ﴿ ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك واله آبائك ابراهيم واسمعيل واسحق﴾ وفيه اطلاق الاب على الجد ايضاً "

(روح المعانی زیر آیت مذکورہ بالا)

بے شک "آزر" حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے ۔لفظ " اب " کا اطلاق چچا اور دادا پر اس آیت کریمہ میں آیا ہوا ہے۔" ام كنتم شهداء ......الآية "ترجمہ : کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا : میرے بعد کس کی عبادت کرو گے ؟ بولے : ہم عبادت کریں گے اس کی جو آپ کا خدا ہے اور آپ کے آباء ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کا ،ایک خدا۔ اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "آباء" استعمال ہوا ہے جو "اب" کی جمع

ہے۔ لفظ "اب" کا اطلاق یعقوبؑ کے باپ حضرت اسحاقؑ پر اور آپ کے چچا (تایا) حضرت اسماعیلؑ پر اور آپ کے دادا حضرت ابراہیمؑ پر ہوا۔

واضح ہوا کہ لفظ "اب" کا حقیقی معنی باپ ہے لیکن مجازی معنی کے لحاظ سے چچا اور دادا پر بولا جاتا ہے۔ بلکہ ماموں، نانا، سسر، استاذ کو بھی مجازاً "اب" (باپ) کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح حضور نے اپنے چچا حضرت عباس کے متعلق لفظ "اب" استعمال کیا۔ "ردوا علی ابی عباس" فرمایا: مجھ پر میرے باپ (چچا) عباس کو لوٹاؤ!

وعن محمد بن كعب القرظى الخال والد والعم والد وتلا هذه الآية ﴿ وإذقال ابراهيم لابيه الآية﴾

(روح المعانى ج ٤ جزء ٧ ص ١٩٥)

محمد بن کعب قرظیؒ نے فرمایا: ماموں کو بھی باپ کہہ لیا جاتا ہے اور چچا کو بھی باپ کہہ لیا جاتا ہے۔ اور یہ آیت کریمہ ﴿ وإذقال ابراهيم لابيه آزر﴾ کی تلاوت کی۔

آزر کو چچا کہنے والوں کی شاندار دلیل:

" اخرجه ابن المنذر فى تفسيره بسند صحيح عن سليمان بن صرد قال لما ارادوا أن يلقوا ابراهيم عليه السلام فى النار جعلوا يجمعون الحطب حتى أن كانت العجوز لتجمع الحطب فلما تحقق ذلك قال " حسبى الله تعالى ونعم الوكيل " فلما القوه قال الله تعالى : ﴿ يا نار كونى بردا و سلاما على ابراهيم ﴾ فكانت . فقال عمه من اجلى دفع عنه فارسل الله شرارة من النار فوقعت على قدمه فاحرقته " (روح المعانى جلد ٤ جز ٧ ص ١٩٥)

ابن منذر ؒ نے اپنی تفسیر میں سند صحیح سے سلیمان بن صرد سے روایت ذکر کی ہے کہ جب کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ جلانے کیلئے لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ کوئی بڑھیا عورت بھی ہوتی تو وہ بھی لکڑیاں جمع کرتی۔ جب آگ جلانے کا معاملہ مکمل ہو گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے پڑھا "حسبی اللہ تعالیٰ و نعم الوکیل" (مجھے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے) جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا: (ترجمہ) "اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر" آگ جب آپ پر ٹھنڈی باسلامت ہو گئی تو آپ کے چچا نے کہا: "یہ میری وجہ سے ابراہیم پر ٹھنڈی ہوئی ہے" تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ کی ایک چنگاری بھیجی جو اس کے قدموں پر گری اور اس نے اسے جلا دیا۔

اس روایت میں واضح طور پر لفظ "عمہ" استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہی "اس کا چچا" ہے۔

" اخرج محمد بن كعب وقتادة ومجاهد والحسن وغيرهم ان ابراهيم عليه السلام لم يزل يستغفر لابيه حتى مات فلما مات تبين له انه عدوالله فلم يستغفرله ثم هاجر بعد موته وواقعة النار الى الشام ثم دخل مصر واتفق له مع الجبار ما اتفق ثم رجع الى الشام ومعه هاجرة ثم امر الله تعالىٰ ان ينقلها وولدها اسمعيل الى مكة فنقلهما ودعا هناك فقال " ربنا انى اسكنت من ذريتى بواد غير ذى زرع عند بيتك المحرم " (الى قوله) " رب اغفرلى ولوالدى وللمؤمنين يوم يقوم الحساب " .

(روح المعانی زیر آیت مذکورہ)

محمد بن کعب قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ بے شک

ابراہیم علیہ السلام اپنے "اب" کے لئے استغفار کرتے رہے جب آپ پر اس (آزر) کا کفر ظاہر ہوا۔ یعنی جب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ کفر کو چھوڑنے والا نہیں تو آپ نے اس اللہ کے دشمن کے لئے استغفار کرنی چھوڑ دی۔ پھر آپ نے اس کی موت اور آگ کے واقعہ کے بعد شام کی طرف ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ "ہاجرہ" بھی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ھاجرہ اور اسماعیل کو مکہ میں چھوڑ آؤ۔ آپ نے اپنی زوجہ اور اپنے بیٹے کو مکہ کی سر زمین میں چھوڑ کر دعاء کی ۔

"ربنا انی اسکنت ...... الآیۃ" اس دعا میں "ربنا اغفرلی ولوالدی" بھی کہا (اے اللہ میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما)

" فانه يستنبط من ذلك ان المذكور فی القرآن هو عمه حيث صرح فی الأثر الأول ان الذی هلك قبل الهجرة هو عمه ودل الأثر الثانی علی ان الاستغفار لوالديه كان بعد هلاك ابيه بمدة مديدة فلو كان الهالك هو ابوه الحقيقی لم يصح منه عليه السلام هذا الاستغفار له اصلا".

(روح المعانی زیر آیت مذکورہ)

واضح ہوا کہ آپ کا وہ باپ جس کا قرآن پاک میں کافر ہونا مذکور ہے وہ چچا ہے۔ چچا کو بھی باپ کہہ لیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی آپ کی ہجرت سے پہلے آگ کے واقعہ کے وقت ہلاک ہو گیا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تقریباً بیالیس سال تھی۔ یہ بات پہلی حدیث مبارکہ (جو ابن منذر سے سلیمان بن صردؓ سے روایت کی ہے) سے سمجھ میں آئی۔ اور دوسری حدیث مبارکہ (محمد بن کعب کی روایت کردہ) سے واضح ہوا کہ آپ نے جب ہجرت کی تو راستہ

میں ظالم بادشاہ کا واقعہ درپیش آیا۔ آپ شام میں گئے پھر فلسطین میں۔ نوے (۹۰) سال کی عمر مین آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو مکہ میں چھوڑا۔ اس وقت آپ نے اپنے والدین کیلئے دعاء کی "ربنا اغفر لی ولوالدی "اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔

واضح ہوا کہ آپ نے چچا کیلئے دعاء چھوڑ دی تھی اور وہ ہلاک بھی ہو گیا تھا۔ لیکن آپ اپنے والدین کیلئے بہت عرصہ بعد بھی دعاء کرتے رہے۔

نبی کریم ﷺ والدینِ کریمین کے ایمان پر دلالت کرنے والی احادیث

" عن ابی هريرة قال ، قال رسول الله ﷺ بعثت من خير قرون بنی آدم فقرنا حتى بعثت عن القرن الذی كنت فيه " .

(بخاری الحاوی للفتاوی ج٢ ص ٢١٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آدم علیہ السلام سے لیکر بہتر خاندانوں میں منتقل ہوتا آرہا ہوں یہاں تک اب جس خاندان میں میں ہوں۔

یقینی بات ہے کہ کافر کو " خیر " سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا وہ تو "شر "کا مصداق ہے۔ جب آپ نے اپنے تمام آباء واجداد کو خیر کہا ہے تو وہ تمام شرک سے پاک تھے۔

عن انس ان النبی ﷺ قال " ما افترق الناس فرقتين الا جعلنی الله فی خيرهما فاخرجت من بين ابویّ فلم يصبنی شی من عهد الجاهلية " .

(بیهقی دلائل النبوة ، الحاوی للفتاوی ج٢ ص ٢١٠)

جب بھی لوگوں کے دو فرقے بنے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہتر فرقہ میں رکھا یہاں تک کہ میں اپنے والدین سے دنیا میں آیا، مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی برائی نے مس نہیں کیا (چھوا نہیں)۔

حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ ہمیشہ بہتر فرقہ میں تشریف لاتے رہے۔ بہتر فرقہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مانتا ہو۔ کافر کبھی بہتر نہیں ہو سکتے۔ اور جب نبی کریم کو زمانہ جاہلیت کی کسی برائی نے بھی نہیں مس کیا تو کفر و شرک کیسے آپ کے والدین میں ثابت کیا جا سکتا ہے۔

" عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لم یزل الله ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الارحام الطاهرة مصفی مهذ با لاتنشعب شعبتان الا کنت فی خیرهما ".

(ابو نعیم دلائل النبوة ، الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کیا گیا۔ صاف مہذب خاندانوں میں منتقل ہوتا رہا۔ جب بھی دو فرقے بنے مجھے بہتر فرقہ میں رکھا گیا۔

اس حدیث پاک میں طہارت ، صفائی ، تہذیب ، خیر کے الفاظ استعمال ہوئے کافر کبھی ان اوصاف کے مالک نہیں ہو سکتے۔

" عن واثله بن الاصقع قال قال رسول الله ﷺ ان الله اصطفی من ولد ابراهیم اسمعیل واصطفی من ولد اسمعیل بنی کنانة واصطفی من بنی کنانة قریشا واصطفی من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم "

(مسلم ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۱)

واثلہ بن اصقع سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ

نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ بنایا، اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ کی اولاد سے قریش کو برگزیدہ بنایا اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے مجھے ۔

واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد وہی تھے جو رب تعالیٰ کو پسند تھے !

"عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ والله ما افترق فرقتان منذ خلق الله آدم الا كنت فى خيرهما".

(طبقات ابن سعد ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر جب بھی دو فرقے بنے تو میں ان میں سے بہتر میں رہا ۔

رسول اللہ ﷺ قسم اٹھا کر ارشاد فرمارہے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والد تک میرے آباء واجداد میں سے ہر شخص بہتر تھا، اب اس کے بعد بھی کوئی کا فرمانے تو وہ اپنی قسمت پر روئے ۔

تیسرا مسلک :

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق تیسرا مسلک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے والدین کو زندہ کیا۔ اور انہوں نے آپ پر ایمان لایا۔ اگرچہ اس مسلک والوں نے بھی ایک حدیث پیش کی ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔ اسی لئے راقم الحروف کے نزدیک دوسرا مسلک ہی قوی ہے۔

"عن عائشة رضی ان رسول الله ﷺ سئل ربه ان يحى ابويه فاحياهما له فآمنا به ثم اماتهما"

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے : بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے والدین کو زندگی عطا فرما! تو اللہ تعالی نے انہیں زندہ کیا اور انہوں نے آپ پر ایمان لایا، پھر ان کو فوت کر دیا گیا۔

چوتھا مسلک :

جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کے متعلق چوتھا مسلک یہ کہ وہ (اس مسلک کے پیروکار) انہیں (والدین کریمین) ....العیاذباللہ..........کافرو مشرک مانتے ہیں۔

ان لوگوں کی غلطی کی وجہ کچھ احادیث اور قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ ہے۔ دراصل ان کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

درج ذیل میں ان لوگوں کے " مذہب " کو " اعتراض " کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور ان کا " رد " جواب کی صورت میں ۔

﴿واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم﴾

اعتراض :

قرآن پاک میں ہے :

﴿ولاتسئل عن اصحاب الجحیم﴾ جہنم والوں کے متعلق آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا : " لیت شعری ما فعل ابوای " کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین سے کیا کیا گیا۔ تو اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

جواب :

" لم یخرج فی شیء من کتب الحدیث المعتمدة ، وإنما ذکر فی بعض التفاسیر بسند منقطع لا یحتج به ولا یعول علیه "

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۲٤)

احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا نام ونشان تک نہیں پایا گیا بعض تفاسیر نے منقطع سند سے بیان کیا ہے ، جسے حجت نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی اس پر کوئی اعتبار ہے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں اگر اس طرح کی کمزور روایات کو تسلیم کیا جائے تو ہم اس کے جواب میں ایک کمزور روایت پیش کر دیں گے۔اس طرح "معارضة الواهی بالواهی" (کمزور کا معارضہ کمزور سے) ہو جائے گا۔وہ کمزور روایت یہ ہے .

" هبط جبریل ؑ علی فقال إن الله یقرئك السلام ویقول إنی حرمت النار علی صلب انزلك وبطن حملك وحجر کفلك "

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۲٤)

حضرت علی سے مرفوع روایت مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : میرے پاس جبریل آئے تو انہوں نے کہا بے شک اللہ تعالی آپ کو سلام کہتا ہے ، اور یہ کہہ رہا ہے کہ بے شک میں نے آگ حرام کر دی ہے ان پشتوں پر جن سے آپ منتقل ہو کر آئے ، اور ان رحموں (بچہ دانیوں) پر جن میں آپ رہے۔اور ان گودوں پر جن میں آپ نے پرورش پائی۔

علامہ سیوطیؒ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں : " إنا لا نریٰ ذلک ولا نحتج به " بے شک ہم اس قسم کی کمزور روایات کا سہارا نہیں لیتے

اور نہ ہی ان کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ بلکہ بفضلہ تعالیٰ صحیح روایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

علامہ سیوطی کی اس بحث سے واضح ہو گیا کی آیت کریمہ کے شان نزول کے لحاظ سے جو اعتراض کیا گیا وہ ایک ضعیف اور منقطع سند پر موقوف ہے۔ اس قسم کی روایت سے کسی کا گناہگار ہونا بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا تو کفر و شرک کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

آیت کریمہ کا شانِ نزول : (سند صحیح سے)

" اخرج عبد بن حميد والفريابى وابن جرير وابن المنذر فى تفاسيرهم عن مجاهد قال من اول البقرة أربع آيات فى نعت المؤمنين و ثلاث عشرة فى نعت المنافقين ومن أربعين آية إلى عشرين ومائة فى بنى اسرائيل ، اسناده صحيح ومما يؤكد ذلك أن السورة مدنية واكثر ما خوطب فيها اليهود " (الحاوى للفتاوىٰ ج ٢ ص ٢٢٤)

عبد بن حمید اور فریابی اور ابن جریر اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں مجاہد سے روایت بیان کی ہے کہ سورہ بقرہ کی پہلی چار آیتیں مومنین کی شان میں نازل ہوئیں اور تیرہ آیات منافقین کے متعلق نازل ہوئیں۔ اور آیت نمبر چالیس سے لیکر آیت نمبر ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے حق میں نازل ہوئیں اس روایت کی سند صحیح ہے اور خاص کر کے یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے مدینہ طیبہ میں زیادہ طور پر خطاب یہود کو ہی ہوا ۔

آیت کریمہ کا سیاق و سباق (یعنی اس سے پہلے والی آیات اور بعد والی) بھی اسی پر دلادلت کر رہا ہے کہ یہ آیت کریمہ بھی بنی اسرائیل کے متعلق ہی ہے ۔

واضح ہوا کہ اس آیت کے شان نزول سے نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کا کفر و شرک نہیں ثابت کیا جاسکتا ۔

اعتراض :

مستدرک حاکم میں ایک روایت مذکور ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ملیکہ کے دو بیٹوں کو کہا ''امکما فی النار'' تمہاری ماں آگ میں ہے جب آپ کا یہ ارشاد ان پر شاق گذرا تو آپ نے ان کو بلایا اور ارشاد فرمایا ''ان امی مع امکما فی النار'' بے شک میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ آگ میں ہے اس حدیث کی سند کو بھی مستدرک میں صحیح قرار دیا گیا ہے جب اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کا جہنمی ہونا ثابت ہے تو تم کس طرح جنتی ہونا اور حالت ایمان پر ہونا ثابت کرتے ہو ؟

جواب :

مستدرک میں احادیث کو صحیح کہنے میں بہت جگہ تساہل (آسان طلبی ، عدم تحقیق) واقع ہے ''وقد تقرر فی علوم الحدیث إنه لا یقبل تفردہ بالتصحیح'' علوم حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ مستدرک میں جن احادیث کو صحیح کہا گیا ہے اگر ان کی تائید میں اور حدیث سند صحیح سے مل جائے تو اسے صحیح قرار دیا جائے گا ورنہ ان کے صحیح کہنے کو بلا چون و چرا صحیح تسلیم نہیں کیا جائے گا ۔

پھر یہی حدیث جب ذہبی رحمہ اللہ نے ''مختصر المستدرک'' میں نقل

کی اور حاکم کا قول نقل کیا "انہ صحیح" کہ یہ صحیح حدیث ہے تو اس کا ذہبی نے مؤاخذہ کرتے ہوئے یہ کہا "قلت لا واللہ فعثمان بن عمیر ضعفہ الدار قطنی" میں کہتا ہوں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اس روایت کی سند میں عثمان بن عمیر کا ذکر ہے جسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے ۔

جب بھی ذہبی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور قسم اٹھا کر ضعف ثابت کیا ہے ۔ تو اس سے کفر و شرک جیسا عظیم جرم کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے ۔

اعتراض :

مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے !

" ان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفی دعاہ فقال ان ابی و اباك فی النار " .

(مسلم ج اول باب بیان ان من مات علی الکفر فھی فی النار ص ١٣٤)

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے ؟ (جنت میں یا دوزخ میں) آپ نے فرمایا آگ میں۔ جب وہ واپس جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا "بے شک میرا باپ اور تمہارا باپ آگ میں ہیں" ۔

ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے ۔

" انہ ﷺ استاذن فی الاستغفار لأمہ فلم یؤذن لہ " .

بے شک نبی کریم ﷺ نے اپنی ماں کے لئے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت نہیں دی گئی۔

ان دونوں حدیثوں سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین (معاذاللّٰہ) کافر و مشرک تھے، تم کیسے ان کو مسلمان مانتے ہو؟ اور کیسے کہتے ہو وہ مشرک نہیں تھے ؟

جواب :-

مسلم کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف حدیث سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ چہ جائیکہ کفر ثابت ہو اور وہ بھی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے والدین کریمین کا کفر ثابت ہو، یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

" ان هذه اللفظة وهي قوله " ان ابي واباك في النار . لم يتفق على ذكرها الرواة "

(الحاوی للفتاوی ج۲ . ص ۲۲۶)

مسلم میں جو یہ لفظ " ان ابي و اباك في النار " آئے ہوئے ہیں ان میں راویوں کا اتفاق نہیں کیونکہ مسلم نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے تخریج کی ہے۔ حماد بن سلمہ اور ثابت حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، اور اس کے مخالف " روایتِ معمر " ہے۔ حضرت معمر روایت کرتے ہیں ثابت سے اور ثابت انس سے اس روایت میں " ان ابي واباك في النار " کے الفاظ نہیں بلکہ اس میں یہ الفاظ ہیں "اذا مررت بقبر كافر فبشره بالنار " جب تم کسی کافر کی قبر سے گذرو تو ان کو نار کی بشارت دے دو۔ ان

الفاظ میں حضور کے والد کا کوئی ذکر نہیں یہ روایت زیادہ صحیح ہے بنسبت حماد کی روایت کے !

" فان معمرا اثبت من حماد فان حمادا تکلم فی حفظه ووقع فی احادیثه مناکیر "

(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۲٤)

بیشک معمر کی حدیث حماد کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ حماد کے حافظہ میں کلام ہے اور حماد کی روایت کردہ زیادہ احادیث منکر ہیں جو معروف کے مقابل ہونے کی وجہ سے مردود العمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے حماد سے روایت نقل نہیں کی۔

" واما معمر فلم یتکلم فی حفظه ولا استنکر شیء من حدیثه " .

(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۲٤)

معمر کی روایت بزار اور طبرانی نے بیان کی۔ لیکن معمر کا حافظہ قوی تھا ان کے حافظہ کے متعلق کوئی کلام نہیں اور نہ ہی ان کی مرویات میں سے کوئی منکر ہے ۔

معمر کی روایت کی مؤید روایات :

" عن ابراهیم بن سعد عن الزهری عن عامر بن سعد عن ابیه ان اعرابیا قال رسول الله ﷺ این ابی ؟ قال فی النار قال فأین ابوك قال حیثما مررت بقبر کافر فبشره بالنار " (رواه البیهقی)

عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا میرا باپ کہاں ہے ؟ آپ ﷺ نے

فرمایا آگ میں، اس نے کہا آپکے باپ کہاں ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا گذر کسی کافر کی قبر سے ہو تو اسے آگ کی بشارت دے دیا کرو۔

نبی کریم ﷺ کا یہ جواب نہایت ہی حکیمانہ تھا جس میں آپ نے اس کے سوال کا ایسا جواب دیا جس سے اس کی دل شکنی نہ ہو ۔ اگر آپ ﷺ یہ فرماتے کہ میرے والد تو جنت میں ہیں تو یقیناً وہ شخص پریشان ہوتا۔

" وهذا اسناد على شرط الشيخين فتعين الاعتماد على هذا اللفظ وتقديمه على غيره "

(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۲۶)

اس روایت کا اسناد شرائط شیخین (بخاری و مسلم) پر ہونے کی وجہ سے صحیح ہے اور اس پر ہی اعتماد ہو گا۔ یہ روایت دوسری روایات سے مقدم ہو گی۔

طبرانی اور بیہقی نے اسی حدیث کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ اعرابی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اس نے کہا !

" لقد كلفني رسول الله ﷺ تعبا ما مررت بقبر كافر الا بشرته بالنار "

رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشقت میں مبتلاء کر دیا ہے کیونکہ میں جس کافر کی قبر سے گذرتا ہوں اسے آگ کی بشارت دیتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ وہ اعرابی اپنی عربی زبان سے باخبر تھا، اور نبی کریم ﷺ کے طرزِ تکلّم سے بھی آشنا تھا، جس سے کلام کیا گیا جب اسی نے آپ کے ارشاد کو عام سمجھا تو دوسرے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو کافر کہہ کر اپنی عاقبت کو برباد کرے۔

ابن ماجہ نے بھی یہی حدیث ابراہیم بن سعد کی روایت سے ذکر کی ہے، ابراہیم بن سعد نے زہری سے اور زہری نے سالم سے اور سالم نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر) سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا!

" جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ان ابی کان یصل الرحم فاین هو ؟ قال فی النار قال فکأنه وجد من ذلك فقال یارسول الله فاین ابوك ؟ قال رسول الله ﷺ حیثما مررت بقبر مشرك فبشره بالنار ، قال فاسلم الاعرابی بعد قال لقد کلفنی رسول الله ﷺ تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرته بالنار "

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اس نے کہا یا رسول اللہ بیشک میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا وہ کہتا ہے (جنت میں یا دوزخ میں) تو آپ نے فرمایا وہ آگ میں ہے۔ اس نے (یہ جواب سن کر) اپنے دل میں غم پایا پھر کہا۔ یا رسول اللہ آپ کے باپ کہاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا کسی مشرک کی قبر سے گذر ہو تو اسے آگ کی بشارت دے دو، راوی کہتے ہیں اس کے بعد اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا اور وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے مشقت میں مبتلاء کر دیا ہے کہ میں جس قبر سے گذرتا ہوں اسے آگ کی بشارت دیتا ہوں ۔

نکتہ :

اعرابی کا اسلام قبول کرنے سے پہلے "یا رسول اللہ" کہنا اس پر دلالت کر رہا ہے کہ اس کے دل میں اسلام راسخ ہو چکا تھا ۔

اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس اعرابی کا سوال تو اسلام

قبول کرنے کے بعد ہو لیکن مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم اس طرح بیان کیا جائے کہ وہ اعرابی چونکہ اسلام لا چکے تھے اس لئے اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ کے ارشاد کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ سمجھا۔

واللہ اعلم بالصواب (راقم)

(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۲٤)

" فهذه الزيادة اوضحت بلا شك ان هذا اللفظ العام هو الذی صدر منه ﷺ ورأه الاعرابی بعد اسلامه امرا مقتضبا للامتثال فلم يسعه الا امتثاله " (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۲٤، ۲۳۷)

اس زیادتی سے بلاشک یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ نے جواب عمومی طور پر دیا اور اعرابی نے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اس امر کی فرمانبرداری کو لازم قرار دیا، اس نے بغیر تسلیم کرنے کے اپنے لئے کوئی چارہ کار نہ سمجھا۔

جو روایت معمر کی ثابت سے اور ثابت کی انس سے ثابت ہے بعینہ ان الفاظ سے ہی سعد ابن ابی وقاص سے بھی روایت بوار اور طبرانی نے بیان کی ہے۔

مسلم کی روایت میں غلطی کی وجوہ!

پہلی وجہ :- وہی ہے جس کا ذکر کیا جاچکا ہے کہ حماد کے حافظہ میں کمی تھی اور اس کی روایات " منکر " بھی ہیں؛ لہذا حماد کی روایت سے کفر ثابت کرنا ممکن نہیں، ایسی حدیث سے عام حکم ثابت نہیں ہو سکتا تو کفر کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟

دوسری وجہ :-

" فعلم ان هذا اللفظ الاول من تصرف الراوی رواه بالمعنی علی حسب فهمه وقد وقع فی الصحيحين روايات كثيرة من هذا النمط فيها لفظ تصرف فيه الراوی وغيره اثبت منه "

(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۲۷)

معلوم ہوا کہ حماد کی روایت میں الفاظ " ان اباك و ابی فی النار " راوی کا تصرف ہے۔ یعنی روایت بالمعنی ہے روایت بالمعنی کا مطلب یہ ہے کہ " راوی، حدیث کا مفہوم اپنے الفاظ میں پیش کرے ،وہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے نہ ہوں" اس طرح کی روایات میں راویوں سے غلطی ہو جاتی ہے ، ایسی روایات بخاری اور مسلم میں کئی ہیں ان روایات کے مقابل جب وہ روایات آجائیں جن کو بالفاظہ روایت کیا جائے تو وہ زیادہ معتبر ہوں گی۔ روایت بالفاظہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کا راوی نبی کریم ﷺ کے منہ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو ہی ادا کرے ان میں کوئی لفظ بھی اپنی طرف سے نہ لائے ۔

حدیث بالمعنی کی اور مثال

عن عائشة ام المؤمنين انها قالت اتی رسول الله ﷺ بصبی فبال علی ثوبه فدعا بماء فاتبعه اياه . (بخاری جلد اول باب بول الصبیان ص ۳۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ کو لایا گیا اس بچے نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا اور کپڑے پر بہایا ۔

اس روایت کے برعکس دوسری روایت بالمعنی ذکر ہے جس میں غلطی کا احتمال ہے وہ روایت یہ ہے :

عن عبید الله بن عتبه عن ام قیس بنت محصن انها اتت بابن لها صغیر لم یاکل الطعام الی رسول الله ﷺ فاجلسه رسول الله ﷺ فی حجره فبال علی ثوبه فدعا بماء فنضحه ولم یغسله .

(بخاری جلد اول باب بول الصبیان ص ۳۵)

عبداللہ بن عتبہ ام قیس بنت محصن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا جو کھانا نہیں کھا سکتا تھا، اس کو آپ نے اپنی گود میں بٹھایا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاپ کر دیا آپ نے پانی طلب کیا وہ کپڑوں پر چھڑکا اور کپڑوں کا دھویا نہیں ۔

اسی مضمون کو بعض روایات میں "فرشتہ" سے بیان کیا گیا۔ اور بعض روایات میں "فصب" کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے ۔

"نضح" کا معنی ہے برتن کا رسنا اور پسینہ بہنا۔ اس لئے اس کا ظاہری مفہوم بنے گا "پانی چھڑکا"

"رش" کا معنی ہے پانی چھڑکنا، بکھیرنا آسمان کا پھوار برسانا۔ اس کا بھی ظاہری معنی یہ ہی ہو گا، پانی چھڑکا پھر "لم یغسلہ" کے الفاظ سے مزید غلطی ہوتی ہے کہ آپ نے کپڑوں کو دھویا نہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ بچے کا پیشاپ ناپاک نہیں اور اس سے کپڑوں کا دھونا لازم نہیں۔ حالانکہ اس طرح نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔

" بماء فاتبعه " ای اتبع رسول الله ﷺ البول بماء "

(حاشیه بخاری)

نبی کریم ﷺ نے پیشاپ کا پانی سے پیچھا کیا یعنی آپ نے پانی بہایا اور کپڑے کو دھویا اس معنی پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں "فصب" کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہی پانی بہانا اور گرانا ہے ۔

اب تمام روایات کی تطبیق اس طرح دی جاسکے گی "غسله من غير فرك وغير مبالغة" آپ نے کپڑے کو دھویا لیکن دھونے میں مبالغہ نہیں کیا اور کھرچہ نہیں اسلئے کہ بچے کے پیشاپ میں زیادہ بو نہیں ہوتی۔ بدبو کے زائل کرنے کے لئے زیادہ مبالغہ کیا جاتا ہے اب واضح ہوا کہ عبید اللہ بن عتبہ کی روایت بالمعنی ہے اگر اس کی تاویل نہ کی جائے تو معنی باطل ہوتا ہے ۔

تیسری وجہ :-

" ما خرج مسلم لحماد فى الاصول الا من حديث عن ثابت "

(الحاوى للفتاوى ج۲ ص ۲۲٤)

مسلم نے حماد کی روایات کو اصول میں ذکر نہیں کیا۔ صرف یہی حدیث " ثابت " سے اصول میں ذکر کی ہے ، اور اس میں بھی راقم کے نزدیک سہو ہوا ہے کہ اسے اصول میں نہیں ذکر کرنا چاہئے تھا۔ یعنی مسلم کا طریقہ ہے کہ بعض روایات کو باب (عنوان) کے مطابق بالاصالت ذکر کرتا ہے۔ اور بعض کو بالتبع ۔ وہ روایات جو بالتبع ذکر کرتا ہے ان میں ضعیف حدیثوں کو نقل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ کتاب الایمان (جمع الیمین) میں ایک حدیث کی سند یہ ہے ۔

" حدثنا الصعق يعنى ابن حزن قال حدثنا مطر الوراق عن زهدم " .

اس حدیث کی سند پر الدار قطنی نے ان الفاظ سے اعتراض کیا ۔

" الصعق ومطر ليسا قويين ولم يسمعه مطر من زهدم وانما رواه عن القاسم عنه"

صعق اور مطر قوی راوی نہیں اور مطر نے زہدم سے سنا بھی نہیں بلکہ اس کی روایت قاسم سے مروی ہے ۔

دار قطنی کے اس استدراک پر علامہ نووی نے تحریر کیا !

" وهذا الاستدراك فاسد لان مسلما لم يذكر متاصلا وانما ذكره متابعة للطرق الصحيحة السابقة وقد سبق ان المتابعات يحتمل فيها الضعف"

دار قطنی کا یہ استدراک فاسد ہے کیونکہ مسلم نے یہ روایت بالاصالۃ ذکر نہیں کی بلکہ سابقہ صحیح طرق سے بیان کردہ احادیث کے بالتبع اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم بالتبع ضعیف روایات بھی نقل کر لیتے ہیں۔

یہاں سے واضح ہوا کہ حماد کی روایت جب مسلم نے سوائے ثابت کی روایت کے بالاصالۃ ذکر نہیں کی تو اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ مسلم کے نزدیک بھی حماد ضعیف راوی ہے۔ لہذا یہ روایت بالاصالۃ نقل کرنے میں مسلم سے یقیناً سہو ہوا ہے۔ یہ بھی بالتبع ذکر ہونی چاہئے تھی تاکہ اس کا ضعف بھی واضح ہوتا ۔

چوتھی وجہ :-

مسلم اور بخاری کے راویوں سے بھی کہیں نہ کہیں سہو ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ایک حدیث پیش کر رہا ہوں اس کی طرف توجہ کریں ۔

" عن عطاء قال حضرنا مع ابن عباس جنازة ميمونة بسرف فقال

هذا زوجة رسول الله ﷺ فاذا رفعتم نعشها فلا تزعزعوها ولا تزلزلوها وارفقوا بها فانه كان عند رسول الله ﷺ تسع نسوة كان يقسم منهن لثمان ولا يقسم لواحدة قال عطاء التي كان رسول الله ﷺ لا يقسم لها بلغنا انها صفية وكانت آخر هن موتا ماتت بالمدينة (متفق عليه) وقال رزين قال غير عطاء هي سودة وهو اصح وهبت يومها لعائشة " (مشكوة باب القسم)

عطاء سے مروی ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی معیت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں مقام "سرف" میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: یہ رسول اللہ کی زوجہ ہیں جب تم ان کے جنازہ کو اٹھانا تو اسے نہ حرکت دینا اور نہ جھنجوڑا دینا، بلکہ آرام اور نرمی سے اٹھانا۔ کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس رہنے والی نو ازواج مطہرات سے ہیں۔ جن میں آپ باریوں کو برابر طور پر تقسیم فرماتے تھے وہ آٹھ تھیں ایک کی باری مقرر نہیں تھی۔

عطاء راوی نے کہا کہ وہ زوجہ جس کی باری آپ مقرر نہیں فرماتے تھے وہ حضرت صفیہ تھیں اور وہی مدینہ طیبہ میں سب سے آخر فوت ہوئیں۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کی ہے۔ لیکن اس کے آخری حصہ میں عطاء راوی سے دو طرح کا سہو واقع ہوا ہے ایک تو وہی جو صاحب مشکوۃ نے رزین کے حوالہ سے نقل کر دیا کہ وہ زوجہ جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہیں تھی؛ کیونکہ حضرت سودہ نے خود اپنی باری سے دستبردار ہونے کی درخواست کر دی تھی۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں مجھے عام عورتوں کی سی خواہش نہیں آپ میری باری حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔

راوی سے دوسرا سہو یہ ہوا ہے کہ راوی نے کہا سب سے آخری مدینہ طیبہ میں فوت ہونے والی یہی ہیں ،حالانکہ یہ درست نہیں ۔

" لانها ماتت فی رمضان سنة خمسین فی زمن معاویة وماتت میمونة بعد سنة احدی وخمسین وعائشة سنة سبع وخمسین وسوده سنة اربع وخمسین وام سلمة سنة تسع وخمسین " (از مرقاة المفاتیح)

اس لئے کہ حضرت صفیہ کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی اور ان کے بعد چار ازواج مطہرات کی وفات ہوئی کیونکہ حضرت میمونہ کی وفات اکاون ہجری میں اور حضرت عائشہ کی ستاون ہجری میں اور حضرت سودہ کی چون ہجری میں اور حضرت ام سلمہ کی انسٹھ ہجری میں ہوئی۔اس حدیث اور اس کی شرح سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلم اور بخاری کے راوی سے بھی سہو ہو سکتا ہے ۔لہذا یہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مسلم اور بخاری کے راوی سے جب سہو ہو سکتا ہے تو اس حدیث میں بھی سہو ہوا ہے۔جس میں رسول اللہ ﷺ کے والد مکرم کی طرف کفر کی نسبت کی گئی ہے۔

پانچویں وجہ :-

مسلم کے راویوں سے ایسی احادیث بھی مروی ہیں جو راوی نے اپنے علم کے مطابق بات بیان کی ہے لیکن وہ دوسرے مشہور راویوں کی روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے معتبر نہ رہیں جیسا کہ حضرت نافع سے مروی ہے۔

" ذکر عند ابن عمر عمرة رسول اللہ ﷺ من الجعرانه فقال لم یعتمر منها " (مسلم ج ۲ باب نذر الکافر وما یفعل فیه اذا اسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کے عمرہ کا تذکرہ کیا گیا کہ آپ نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا، تو آپ نے کہا کہ حضور ﷺ نے وہاں سے عمرہ نہیں کیا۔ اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں۔

"لم یعتمر منها هذا محمول علی نفی علمه ای انه لم یعلم ذلك وقد ثبت ان النبی ﷺ اعتمر من الجعرانة والاثبات مقدم علی النفی لما فیه من زیادة العلم وقد ذکر مسلم فی کتاب الحج اعتمار النبی ﷺ من الجعرانة عام حنین من روایة انس رضی اللہ عنه واللہ اعلم" ۔

حضرت ابن عمر کا یہ کہنا کہ حضور نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا اسے ان کے علم نہ ہونے پر محمول کیا جائے گا، کہ آپ کو اس کا علم نہ ہو سکا، ورنہ نبی کریم ﷺ کا جعرانہ سے عمرہ کرنا ثابت ہے۔ اثبات والا قول نفی والے قول سے مقدم ہے؛ کیونکہ اثبات میں علم زیادہ پایا گیا ہے۔ اور خود مسلم نے کتاب الحج میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نبی کریم ﷺ کے جعرانہ سے عمرہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

ان مندرجہ بالا وجوہ کے پیشِ نظر یہ کہنا دشوار نہ رہا کہ مسلم کی حدیث بروایت حماد ضعیف ہے، اس سے نبی کریم ﷺ کے والدین کا کفر ثابت نہیں ہو سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم کی اس حدیث کے متعلق رئیس المتّقین، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ دامت برکاتہ العالیہ ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متناً "مضطرب" ہے، لہٰذا قابلِ وثوق نہیں۔

متناً مضطرب کی ایک مثال :

فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زکوۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "ان فی المال لحقا سوی الزکوۃ" بیشک مال میں سوائے زکوۃ کے حق ہے ۔

اسی حدیث کے الفاظ اور معانی میں اضطراب ہے لہذا یہ حدیث قابل عمل اور قابل اعتبار نہیں، کیونکہ اس کے خلاف ابن ماجہ نے روایت یوں بیان کی ہے "لیس فی المال حق سوی الزکوۃ" مال میں سوائے زکوۃ کوئی حق نہیں ۔ (نزهة النظر علی نخبة الفکر ص ۸۱)

یعنی فرض صرف زکوۃ ہے باقی کو صدقات واجبہ ہیں اور کوئی مستحب یہی ابن ماجہ کی جو روایت ہے وہی معتبر ہے پہلی روایت مضطرب ہو جانے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ۔

ابو داؤد کی حدیث " استغفار کی اجازت نہ ملنا" وہ بھی تعارض کی وجہ سے کفر ثابت کرنے میں ناکام ہے ؛ کیونکہ دوسری صحیح احادیث سے پاک رحموں اور پاک صلبوں سے منتقل ہونا ثابت ہے ۔

والحدیث الصحیح إذا عارضه ادلة اخری هی ارجح منه وجب تاویله وتقدیم تلك الادلة علیه کما هو مقرر فی الاصول وبهذا الجواب الاخیر یجاب عن حدیث عدم الاذن فی الاستغفار .

(الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲۲۷)

صحیح حدیث کے مقابل جو دوسری صحیح احادیث آجائیں جو اس سے زیادہ راجح ہوں تو ضروری ہو جاتا ہے کہ صحیح حدیث کی تاویل کی جائے اور اس

کے مقابل صحیح اور راجح روایات کو مقدم کیا جائے اصول حدیث میں اس ضابطہ کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے لہذا عدم استغفار والی حدیث قابل تاویل ہے ۔

اعتراض :

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب " فقہ اکبر " میں نبی کریم ﷺ کے والدین کے متعلق ذکر کیا ہے " ماتا علی الکفر " وہ دونوں کفر پر فوت ہوئے جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ انہیں کافر کہا ہے تو کس طرح ان کو مومن اور جنتی کہا جاسکتا ہے ۔

جواب :

فقہ اکبر کے نسخوں میں بہت اختلاف ہے بعض میں ہے " ماتا علی الکفر " وہ دونوں کفر پر فوت ہوئے بعض میں ہے " ماماتا علی الکفر " وہ دونوں کفر پر فوت نہیں ہوئے اور بعض نسخوں میں " ماتا علی الفترة " وہ دونوں دین فترت پر پیدا ہوئے یعنی توحید پر قائم رہتے ہوئے دنیا سے گئے ہیں اور بعض نسخوں میں یہ مسئلہ بالکل ذکر ہی نہیں ۔

مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے فقہ اکبر کا نہایت صحیح نسخہ حیدر آباد سے حاصل کر کے چھپوایا اور ثابت کیا کہ یہ صحیح اور باقی نسخے غلط ہیں اس نسخہ میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں ۔

اتنے شدید اختلاف کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین

کو کافر و مشرک قرار دینا کہاں کا انصاف و ایمان اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ ان کو مومن جنتی تسلیم کیا جائے ۔ (از تفسیر نعیمی پ ا ص ۶۱۰)

فقہ اکبر میں راقم کا موقف :

راقم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فقہ اکبر کا صحیح نسخہ " ماماتا علی الکفر " (وہ دونوں کفر پر نہیں فوت ہوئے) والا ہے کتابت کی غلطی سے لفظ ما رہ گیا ہے ایسا اکثر طور پر تساہل ہو جاتا ہے کتابت میں غلطیوں کا وقوع ہوتا رہتا ہے اور جب پروف ریڈنگ میں ذرا بھر تساہل ہو جائے تو مسئلہ الٹ پلٹ ہو کر رہ جاتا ہے راقم کو تصنیفی میدان میں قدم رکھنے سے خاص تجربہ حاصل ہے نور الایضاح کا میں نے عربی حاشیہ ذریعۃ النجاح ترتیب دیا ہے جس کے ص ۴۵ حاشیہ نمبر ۲ پر مااختلفوا کی جگہ اختلفوا تحریر ہو گیا دو تین ایڈیشن اسی طرح چھپ چکے ہیں اسی طرح کی اور بھی کئی اغلاط آگئی ہیں اسی طرح میری تصنیف "تذکرۃ الانبیاء" کے ص ۵۴۰ پر آپ کی دعوت پر پہلے اسلام لانے والے عنوان کے تحت اصل مسودہ میں یہ عبارت ہے "آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید اور غلاموں میں حضرت بلال "لیکن پہلے ایڈیشن میں کتابت کی غلطی سے عبارت یہ ہے آزاد کردہ غلاموں میں حضرت بلال" دوسرا ایڈیشن مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی نے چھپوایا چھپنے سے پہلے میں نے غلطی لگا کر دی لیکن تصحیح پھر غلط ہی ہوئی اب عبارت یہ ہے آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید اور حضرت بلال" یہ بھی غلط ہے اس طرح کتابت کی غلطیاں اور پروف ریڈنگ میں تساہل ہوتا رہتا ہے ۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کو کافر کہنا درحقیقت آپ کو ایذا دینا ہے

" قال السهيلى فى الروض الانف بعد ايراده حديث مسلم وليس لنا نحن ان نقول ذلك فى ابويه ﷺ لقوله " لا تؤذوا الاحياء بسبب الأموات وقال تعالىٰ " ان الذين يؤذون الله ورسوله " (الآية) وسئل القاضى ابو بكر بن العربى احد ائمة المالكيه عن رجل قال: " ان ابا النبى ﷺ فى النار" فاجاب بان من قال ذلك فهو ملعون ؛ لقوله تعالىٰ﴿ ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والآخرة ﴾ قال ولا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه انه فى النار " (الحاوى للفتاوى ج٢ ص ٢٣١)

حضرت امام سہیلی نے الروض الانف میں مسلم کی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے والدین کے متعلق کفر کا قول کریں ؛ کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ "زندہ کو مردہ کی وجہ سے ایذا نہ پہنچاؤ" اور رب تعالیٰ نے بھی فرمایا (ترجمہ) بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ قاضی ابو بکر بن عربی سے مالکیہ میں سے کسی ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ حضور کے والد کو کافر کہتا ہے (اس کا کیا حکم ہے ؟) آپ نے فرمایا وہ ملعون ہے ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ اس سے بڑھ کر اور ایذاء کیا ہو سکتی ہے کہ وہ آپ کے باپ کو کافر کہے ؟

معاملہ قسمت کا :

کسی کی قسمت میں یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کو بیان کرتا

ہے۔ اور کسی کی قسمت میں ہے وہ تنقیص کرتا اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی شان بیان کرنے کی توفیق لازوال عطا فرمائے اور تنقیص کرنے سے بچائے۔ آمین

بقول کسے!

تنقیص نبی پہ جو اڑے ہوتے ہیں
وہ قعرِ مذلت میں پڑے ہوتے ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما متاخرین پس تحقیق اثبات کرده اند اسلام والدین بلکه تمام آباء وامهات آنحضرت ﷺ را تا آدم علیه السلام"

متاخرین نے تحقیق سے نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے بلکہ آپ کے تمام آباء وامہات آدم علیہ السلام تک مومن ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

ایں علم گویا مستور بود از متقدمین پس کشف کرد آنرا حق تعالیٰ بر متاخرین " والله یختص برحمته من یشاء"

(اشعة اللمعات جلد اول ص ۷۱۸)

یہ علم (یعنی نبی کریم ﷺ کے والدین کا ایمان پر ہونے کا علم) گویا کہ (بعض) متقدمین پر مستور تھا اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر اسے منکشف کیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے خاص فرماتا ہے۔

واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو مومن سمجھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے جو اس رحمت خاصہ سے محروم ہوں گے وہی کافر سمجھیں گے۔

میت کو تکلیف دینا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کو تکلیف دینا !

" عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال كسر عظم الميت ككسره حيا "
(رواه مالك وابو داؤد وابن ماجه ، مشكوة باب دفن الميت)

حضرت عائشہ سے مروی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسا زندہ کی ہڈی کو توڑنا ہے

" قال ابن الملك ان الميت يتألم "

ابن ملک نے کہا اس حدیث سے یہ ثابت ہوا میت کو درد ہوتا ہے ۔

" قد اخرج ابن ابی شیبة عن ابن مسعود قال اذی المؤمن فی موته كأذاه فی حياته "

ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت بیان کی ہے کہ میت کو ایذاء دینا ایسے ہی ہے جیسے اسے اس کی زندگی میں ایذاء دی گئی ہو

(مرقاۃ ج ۴ ص ۷۹)

قبروں کو مسمار کرنا ظلم عظیم ہے ایک حدیث جو بیان کی گئی ہے اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابن عباس نے نبی کریم کی زوجہ مطہرہ کی چارپائی کو حرکت دینے سے بھی منع کیا ۔ اسکی وجہ صرف ادب واحترام کا لحاظ تھا۔ کسی مسلمان کی قبر کو مسمار کرنا جرم ہے صحابہ کرام اور حضور کے والدین کی قبور کو مسمار کرنے کی خبر اگر صحیح ہے تو یہ عظیم ظلم کیا گیا ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا

" ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنيا والآخرة واعدّ لهم عذابا عظيما "
(پ ۲۲ رکوع ۱٤)

بیشک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں قاضی مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

" وجاز ان یکون معنی الآیة الذین یؤذون رسول الله وذکر الله لتعظیم الرسول کانَّ من اذی الرسول فقد اذی الله "

ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ میں مراد صرف رسول اللہ کو ایذاء دینا مراد لیا گیا ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا در حقیقت اللہ کو ایذاء دینا ہے۔اس پر ایک حدیث پاک بھی شاہد ہے!

" عن عبد الله بن مغفل رضی الله عنه قال قال رسولِ الله ﷺ الله الله فی اصحابی ، الله الله فی اصحابی ، لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی الله ومن آذی الله فیوشك ان یأخذ "

(رواہ الترمذی مشکوۃ مناقب صحابہ)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو (دو مرتبہ یہی الفاظ فرمائے) ان کو میرے بعد موردِ طعن و تشنیع نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس نے ان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی، جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی، جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے۔

اولیاء اللہ کو ایذاء پہنچانا

بعض حضرات نے کہا ہے " ان الذین یؤذون اللّٰہ" کا مفہوم بحذف مضاف بھی ہو سکتا ہے۔ "ان الذین یؤذون اولیاء اللّٰہ" جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو ایذاء دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا باعثِ کفر ہے

" من اذی رسول الله ﷺ بطعن فی شخصه او دینه او نسبه او صفة من صفاته او بوجه من وجوه الشین فیه صراحة او کنایة او اشارة کفر ولعنه الله فی الدنیا والآخرة واعد له عذاب جهنم . وهل یقبل توبته ؟ قال ابن همام کل من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه کان مرتدا فالسباب بالطریق الاولی ویقتل عندنا حدا فلا تقبل توبته فی اسقاط القتل ". (مظھری زیر آیت مذکورہ)

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دی خواہ آپ کی ذات میں طعنہ زنی کی ، یا آپ کے دین میں، یا آپ کے نسب میں ، یا آپ کی صفات میں سے کسی صفت میں ، یا آپ کو کسی طرح بھی عیب لگایا، صراحتًا یا کنایۃً یا اشارۃً وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی دنیا اور آخرت میں لعنت ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عذاب جہنم تیار کیا ہے ۔ (سوال کیا گیا) کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو گی ؟ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا : ہر وہ شخص جس نے (العیاذ باللّٰہ) رسول اللہ ﷺ سے دل سے بغض رکھا وہ مرتد ہو گیا اور گالی نکالنے سے بطریق اولیٰ مرتد ہو گا۔ ہمارے نزدیک اسے بطورِ حد قتل کیا جائے گا۔ اس کی توبہ قتل کے ساقط کرنے کے لئے قبول نہیں کی جائے گی۔

مومنوں کو ایذاء دینا :

" والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا ".

(پ ۲۲ رکوع ١٤)

اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کوئی کسب کئے ایذاء دیتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

" قال مقاتل نزلت فی علی بن ابی طالب رضی الله عنه وقیل نزل فی شان عائشة رضی الله عنها قلت اللفظ عام فی کل من یؤذی مومنا او مومنة بای وجه کان وان کان المراد خاصا . عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ المسلم من سلمّ المسلمون من لسانه ویده والمؤمن من امن الناس علی دمائهم واموالهم "

(رواه الترمذی والنسائی ، مظهری)

مقاتل نے کہا یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی (من سب علیا فقد اذی رسول اللّٰه) بعض نے کہا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی (قاضی مظہری کہتے ہیں) میں کہتا ہوں : لفظ عام ہے اگرچہ مورد خاص ہے اسلئے اس سے مراد ہر مومن مرد اور عورت کو ایذاء دینا ہے۔ خواہ کسی طرح بھی ایذاء دے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ مومن وہ ہے جس سے مومنوں کے مال اور ان کی جانیں محفوظ رہیں۔

نتیجہ :-

☆ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا کفر ہے ۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے والا واجب القتل ہے توبہ کرنے کے باوجود واجب القتل ہی رہے گا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا رب تعالیٰ کو ایذاء دینا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے والا ملعون ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے والا رُسوائُن عذاب کا مستحق ہے ۔

☆ اولیاء اللہ کو ایذاء دینے والا ملعون ہے۔

☆ ایمان والوں کو ایذاء دینے والا کامل مومن نہیں ہو سکتا ۔

قبور کو مسمار کرنے سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے !

قبور کو مسمار کرنے سے ان کے لواحقین بالخصوص اور دوسرے مسلمان بالعموم قلبی تکلیف محسوس کرتے ہیں ایسا کرنے والے مسلمانوں کو ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کی قبور کو مسمار کرنے سے اہل اسلام کو دکھ ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ شعائر اسلامیہ کا پاسِ ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے والدین کریمین ، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبت پر قائم و دائم رکھے ! اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے والوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین